© rasailojaraid.com

کوئی عالم ہو یا عامی — سنی ہو یا شیعہ — ایک فرقے سے منسوب ہو یا دوسرے سے موسوم — دین کی ماہیت و حقیقت سب کے لیے ایک ہے۔ دین کی اساسی دعوت پر جمع ہو کر سب کو شہداء للہ بن کے اٹھنا چاہیے۔ سب کو شہداء علی الناس ہونا چاہیے۔ ہر بُرائی، ہر خرابی، ہر فتنہ، ہر ظلم، ہر استحصال کے خلاف — خواہ وہ اوپر سے آئے یا نیچے سے اُبھرے — اگر حساس مسلمان مل کر کام کریں تو ہمارا معاشرہ بے شمار گندگیوں سے پاک ہو سکتا ہے، جنھوں نے زندگی کو جہنم بنا رکھا ہے۔ ہم لوگ اگر اپنا فرض ادا کریں تو کوئی بعید نہیں کہ اپنے ارد گرد کی تپتی کربلا سے کامیاب ہو کر نکل جائیں۔

کوئی ایسا محرم بھی آنا چاہیے کہ امام شہید سے محبت رکھنے والا ہر فرد اپنی زندگی بدل کر امام کے اسلامی مشن کے لیے سرگرم عمل ہونے کا عہد کرے۔ پھر ہر آنسو کی قدر و قیمت ہے جو پلکوں پہ جھلملانے لگتا ہے، اور اس سے بڑھ کر قیمت اُس صبر کی ہے، جو درد کو آنکھ سے ٹپکنے نہیں دیتا بلکہ انسانی کردار کے رگ و پے میں جاری و ساری کر دیتا ہے۔

---

(۲)

اللہ نے ہمیں اقبال کیا دیا، بہت بڑی قوت عطا کر دی، ایسی قوت جو ہمارے ذہن و کردار کو تا دیر متحرک رکھے گی۔

ابھی ابھی یومِ اقبال گذرا ہے، فضا میں اس کی لمعانیاں باقی ہیں۔ جگہ جگہ چھوٹی بڑی مجالس میں اقبال کے کام اور مقام کے متعلق مضامین پڑھے گئے۔ بعض چیزیں رسائل و اخبارات میں چھپ رہی ہیں۔

پاکستان کے وجود کا تعلق دو حوالوں سے اقبال سے متعلق ہے۔ ایک اس حوالے سے کہ برصغیر میں اقبال نے ایک جداگانہ مسلم مملکت کے لیے پیغام دیا تھا۔ دوسرے اس حوالے سے کہ اقبال نے پاکستان میں عالمِ قرآنی یا نظامِ اسلامی کے قیام کا جذبہ ہمیں ودیعت کیا۔ اور آج جو تحریک احیائے اسلام ۴۳ برس سے یہاں نشوونما پا رہی ہے اس کے لیے جہاں ایک مضبوط تاریخی پس منظر موجود تھا، وہاں اقبال نے اس کے لیے فکر و احساس کی فضا تیار کی۔

اقبال کی شاعری جذباتی اور خواہشاتی انداز کی شاعری نہیں ہے۔ وہ اگر تلذذ کے راستے پر بڑھتا تو

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

کبھی ایک بڑا شاعر نہ ہوتا ۔ جسم کے گرد طواف کرنے والا کوئی جنسیت زدہ شاعر، یا رندانہ اور لاابالیانہ سطح سے آگے نہ جا سکنے والا ادیب، یا محض ذاتی جذبات واحساسات اور بکھرے ہوئے افکار کا قیدی فن کار کوئی اونچا مقام نہیں پا سکتا - اقبال کی خصوصیات یہ ہیں کہ :-

۱ ـــــ وہ یقین کا شاعر ہے ۔ یعنی حیات وکائنات اور خدا وانسان کے متعلق اُس کے ہاں ایک مضبوط فکر پائی جاتی ہے ۔ یہ فکر شروع ہی سے موجود تھی، مگر پہلے دھندلی تھی، پھر واضح ہوتی گئی۔ اُس نے منفی طرزِ فکر سے آغاز ہی نہیں کیا ۔ البتہ اُس کا مثبت طرزِ فکر مسلسل نکھرتا گیا، مضبوط ہوتا گیا۔ یہاں تک کہ وہ کیفیت پیدا ہو گئی جسے ایمان کہتے ہیں ۔

۲ ـــــ وہ کشمکش کا شاعر ہے ۔ اُس کی کشمکش وقت کے جامد مذہبی ومعاشرتی ماحول کے خلاف بھی تھی، انگریزی غلامی کے خلاف بھی، ہندو اکثریت کے بڑھتے ہوئے سیاسی واقتصادی تسلط کے خلاف بھی ـــــ اور سب سے بڑھ کر یہ کہ مغرب کی لادین مادہ پرستانہ تہذیب کے خلاف بھی ـــــ یہ عجیب واقعہ ہے کہ جس قومی پسپائی کا آغاز میسور اور پلاسی میں جنگی شکست سے ہوا تھا اور جس کی تکمیل تحریک مجاہدین اور انقلاب ۱۸۵۷ء کی بظاہر ناکامی سے ہوئی، اس کے نتیجے میں مسلمانوں نے برطانوی اقتدار اور مغربی علوم وافکار اور مادہ پرستانہ تہذیب ومعاشرت کے سامنے خم کھا جانے کی پالیسی اختیار کر لی۔ یہاں تک کہ جب سرکاری تعلیم اور نوکریوں اور ممبریوں کی دوڑ میں اقبال کی قوم، خصوصاً اس کے پیش رو طبقے شرحِ صدر کے ساتھ شریک ہو گئے تو اقبال نے اپنا نغمہ الاپا جو پہلے بانگِ درا تھا، آگے چل کر بالکل ضربِ کلیم ہی بن گیا۔ یہاں پہنچ کر تو اقبال اپنے آپ کو میدانِ جنگ میں پاتا ہے اور کہتا ہے کہ مجھ سے نوائے چنگ طلب نہ کرو۔

مادہ پرستانہ تہذیب کے پورے نظامِ افکار کو وہ اپنے جہانِ شعر میں چھان پھٹک کر دکھاتا ہے۔ اور سرمایہ دارانہ جمہوریت اور آمریت وفسطائیت اور کمیونزم وسوشلزم سب کو شعور کی کسوٹی پر کھوٹا دکھا دیتا ہے ۔ وہ اس تہذیب کی فکری وسیاسی شخصیتوں اور کرداروں کی جانچ کرتا ہے۔

حیرت ہوتی ہے کہ غلامستانِ برصغیر میں پرورش پانے اور دیارِ مغرب کے مراکزِ علم سے جام بھرنے والا یہ نوجوان کہاں سے اپنے لیے وہ شخصیت لایا کہ جس نے اُسے مغرب زدگی اور فرنگ پرستی کے سیلِ ہلاکت کے سامنے اسلامی حکمت کے موقف پر استوار کر دیا۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

ماحول اور خصوصاً اغیار کی ذہنی غلامی میں مبتلا ہو کر کرشمہ ہائے فن دکھانے والوں کے قد بڑے نہیں ہو سکتے۔ بلند بامی صرف اُس کو نصیب ہوتی ہے جو ماحول کی پستیوں اور اغیار کی خود کُش بلندیوں دونوں کے خلاف معرکہ آرا ہوتے ہیں۔

۳ ـــ اقبال وقت کے ناخوشگوار سیاسی احوال کے مقابلے میں اپنا اصل زورِ فکر و نوا مغرب کی عالمگیر تہذیب دوں نہاد کے خلاف صرف کرتا ہے۔ کیونکہ سیاسی احوال تو بدلتے رہتے ہیں، البتہ ایک تہذیب اپنے ساتھ جو فکری سیلاب لا رہی تھی وہ آسانی سے رکنے والا نہ تھا اور اُس کا مقابلہ کرنے کے لیے ایمان و شعور کی قوتوں کی ضرورت تھی۔ اقبال نے اپنے نوجوانوں میں ان قوتوں کو اُبھارنے کی کوشش کی۔

۴ ـــ اُس نے صرف منفی ردّ عمل کا شاعر بننا پسند نہیں کیا، بلکہ لادین تہذیب کے مقابلے پر اُس نے اسلامی تہذیب کے عناصر و مظاہر اور اُس کی اعتقادی و فکری رُوح کو اپنے فن سے اُبھارنے کے لیے کاوشیں کیں۔ یہی مثبت انداز اقبال کی عظمت کا باعث بنا۔ اگر وہ محض گریہ و ماتم کی راہ اختیار کرتا تو تان مایوسی پہ ٹوٹتی۔ منفیت کے بل پر کوئی مؤثر تحریک بپا نہیں ہوتی۔ حزن و یاس کے جذبات کبھی سرمایۂ انقلاب نہیں بن سکے۔

۵ ـــ اسلامی تہذیب کا راگ شاعری کے ساز پر الاپنے کے لیے اُسے بنا بنایا اسلوب نہیں ملا، چند متفرق جزئی تجربے تھے، مگر خدا پرستانہ تہذیب کو پیش کرنے اور اس انقلابی حرکت کا ذریعہ بنانے کے لیے اقبال نے اپنا اسلوب خود ایجاد کیا اور بہت سا وقت صرف کر کے اُسے نشوونما دی۔ بات یہاں تک پہنچی کہ وہی دینی حقائق جن کا مذاق اُڑا کر ادب و شعر کی رونق کا سامان کیا جاتا تھا، اچھی خاصی صراحت سے اقبال نے بیان کیے، مگر نہ فن مجروح ہوا، نہ شعریت میں کوئی کمی آئی۔ بلکہ خواص و عوام، علماء و صوفیا اور جدید تعلیم یافتہ طبقوں کے ہر حلقے کے لیے اقبال کے کلام میں کشش بڑھتی گئی۔

ان وجوہ سے اقبال اُس بلندی پر پہنچا کہ آج اقبال کی شاعری کے دورِ آغاز کو اسّی سال اور اُس کی وفات کو ساڑھے تینتالیس سال گذر چکے ہیں، مگر اب تک کوئی شاعر سر ابھار نہیں سکا۔ بلکہ بعض خاصے اچھے درجے کے معروف شاعر دنیا سے رخصت ہونے کے ساتھ ساتھ ذہنوں کے نہاں خانوں کی محفلوں سے بھی ایسے اُٹھے کہ آج دماغ پر زور دیے بغیر اُن کی یاد تک نہیں آتی۔ اِدھر کئی زندہ

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

اور بظاہر مجادی بھرکم شاعر ایسے ہیں جو طبقاتی اور سماجی لحاظ سے بہت اہلِ رسوخ ہیں اور بڑے بڑے حاشیہ برداروں کی فوج کی فوج اُن کے ناموں کے کتبے اُٹھائے پھرتی ہے، مگر کسی طرح بات نہیں بنتی ۔

اس مرتبے کے اقبال کے کیے ہوئے کام نے حالات پر ایک اثر یہ ڈالا کہ پاکستان کی تشکیل کا راستہ بنا، اور دوسرا اثر اس کا یہ نمایاں ہے کہ اِس وقت پاکستان میں (اور پاکستان سے باہر بھی) احیائے اسلام کی تحریکیں نمودار ہو کر نشوونما پا رہی ہیں - یعنی اقبال آج اپنے شعری مجموعوں اور محققین کی کتابوں، مقالوں اور رسائل تک محدود نہیں ہے، بلکہ وہ سیلِ تاریخ کی ہر موج کے ساتھ جلوہ گر ہے۔ اسے کہتے ہیں حیاتِ دوام!

احتیاط

ترجمان القرآن میں ضرورتِ استدلال کے لیے آیات و احادیث شائع ہوتی رہتی ہیں ۔ قارئین سے گذارش ہے کہ جن اوراق پر آیات و احادیث ہوں، اُن کا خاص احترام ملحوظ رکھیں تاکہ بے ادبی نہ ہونے پائے ۔

ادارہ

© rasailojaraid.com